43

چندہ تحریک جدید کے نئے سال میں پہلے سے بھی زیادہ جوش، اخلاص اور قربانی سے حصہ لو اور بڑھ چڑھ کر وعدے لکھواؤ

فتنہ منافقین کے متعلق پینتیس برس قبل کی شائع شدہ ایک پیشگوئی آج لفظاً لفظاً پوری ہو رہی ہے

(فرمودہ 2 نومبر 1956ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ ہفتہ پہلے خدام الاحمدیہ میں اور اس کے بعد انصاراللہ کے اجتماع میں متواتر تقاریر کرنے کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہوگئی اور اسہال آنے شروع ہو گئے۔ اسہال آنے کی وجہ سے اتنی کمزوری ہوگئی کہ نہ تو خوراک ہضم ہوتی تھی اور نہ جسم میں چلنے پھرنے کی طاقت تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ حرکت بند کر دی جائے اور نہ آپ سیر کے لیے باہر جائیں اور نہ اوپر کی منزل سے نیچے اُتریں۔ بلکہ ہر وقت لیٹے رہیں۔ ڈاکٹروں کی اِس ہدایت کے مطابق

میں نے پچھلے دنوں نمازوں میں آنا بھی بند کر دیا۔ اب اگرچہ طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر ابھی تک ضُعف پایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی میں جمعہ پڑھانے کے لیے آ گیا ہوں۔

پچھلے خطبہ جمعہ میں مَیں نے تحریک جدید کے نئے سال کے چندہ کا اعلان کیا تھا اور آج پھر میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس لیے دوستوں کو چاہیے کہ وہ جلد سے جلد اپنے وعدے لکھوائیں تا کہ تحریک جدید کے دفتر کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ اگلے سال ان کا کام آسانی سے چل سکے گا۔

طبیعت کی خرابی کی وجہ سے جو خطبہ پچھلے جمعہ میں مَیں نے دیا تھا وہ میں سن نہیں سکا تھا جس کی وجہ سے وہ خطبہ ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔ کچھ عرصہ سے میرے خطبات بغیر میرے دیکھنے کے شائع ہو رہے ہیں اور صیغہ زودنویسی کی طرف سے اُن پر یہ نوٹ دے دیا جاتا ہے کہ یہ خطبہ صیغہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ اب اگرچہ میں نے خطبات سننے شروع کر دیئے ہیں لیکن بیماری کی وجہ سے چونکہ جو دوائیں مجھے دی جاتی ہیں وہ خواب آور ہوتی ہیں اس لیے خطبہ کے کچھ حصے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اونگھ میں ہی گزر جاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کوئی غلطی ہو تو میں اُس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اس لیے محکمہ انہیں اپنی ذمہ داری پر ہی شائع کر دیتا ہے۔ اسہال کی وجہ سے بھی جو دوائیں مجھے دی جا رہی ہیں وہ ایک حد تک خواب آور ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان دواؤں کی غرض یہ ہے کہ انتڑیوں کو حرکت سے روکا جائے اور اس کے لیے جو دوائیں دی جاتی ہیں وہ مُسکِّن ہوتی ہیں۔ اس لیے میں کوئی مضمون پوری توجہ سے نہیں سن سکتا۔ اونگھ آنے کی وجہ سے کئی حصّے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ گھر میں میری بیوی اگر کوئی خط سناتی ہیں تو بعض دفعہ چونکہ اونگھ آ جاتی ہے اس لیے مجھے دوبارہ پوچھنا پڑتا ہے کہ کیا بات ہے۔ اور جب تک میں اُن حصوں کو جو اونگھ کی حالت میں گزر جاتے ہیں بیداری کی حالت میں دوبارہ نہ سن لوں مضمون پوری طرح ذہن میں مستحضر نہیں ہوتا اور اگر کوئی غلطی ہو تو میں اُس کی طرف سنانے والے کو توجہ نہیں دلا سکتا۔ بہرحال میری طبیعت کے خراب ہونے کی وجہ سے خطبہ سنانے پر بھی دیر لگی۔

آج صبح میں نے خطبہ سن لیا ہے اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ کل یا پرسوں الفضل میں چھپ

جائے گا۔ جماعتوں میں جونہی میرا یہ خطبہ پہنچے وہ فوری طور پر اپنا اجلاس بلائیں اور خدام اور انصار کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیں کہ وہ گھر بہ گھر پھریں اور ہر احمدی سے تحریک جدید کے لیے وعدہ لیں۔ یہ کام پہلے ہی بہت اہم تھا مگر جیسا کہ میں نے خطبہ میں بیان کیا تھا گزشتہ سال تحریک جدید پر اڑھائی لاکھ روپیہ قرض ہو گیا۔ اس قرض کو اُتارنے اور بعض نئے مشن قائم کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ دوست پہلے سے بھی زیادہ جوش اور اخلاص اور قربانی سے کام لیں۔ اس سال ایک پروفیسر جرمنی سے یہاں آ رہے ہیں اور وہ کچھ عرصہ ربوہ میں قیام کریں گے اور دینی تعلیم حاصل کریں گے۔ اُن کے لیے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ پھر دو طالبعلم فلپائن سے دینی تعلیم کے لیے یہاں آ رہے ہیں۔ اُن کے اخراجات بھی ادا کرنے ہوں گے۔ اِس کے علاوہ ایک اَور جرمن پادری جو نئے مسلمان ہوئے ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے تا کہ وہ ربوہ میں تعلیم حاصل کریں اور پھر جرمنی میں تبلیغِ اسلام کریں۔ اُن کے انتظام کے لیے بھی روپیہ کی ضرورت ہو گی۔ پھر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا فلپائن یونیورسٹی کے طلباء کی جو انجمن ہے اُس کے آٹھ نوجوانوں نے بیعت کر لی ہے اور انہیں یقین ہے کہ باقی طلباء میں بھی بہت جلد احمدیت پھیل جائے گی۔ اِسی طرح کولون جرمنی میں ایک احمدی تھے جن کا نام مبارک احمد شولر تھا وہ اِس سال فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی وفات کی وجہ سے وہاں کی جماعت ختم ہو گئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ میں اور کچھ اس فتنہ کے بدلہ میں جو اَب کھڑا کیا گیا ہے ہمیں بعض نئی جماعتیں عطا فرمائی ہیں کیونکہ اُس کا وعدہ ہے کہ اگر تم واقع میں مومن ہو گے اور پھر تم میں سے کوئی شخص تمہارے نظامِ دینی سے الگ ہو جائے گا تو ہم اس کے بدلہ میں کفار میں سے ایک قوم تمہیں دیں گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے اِس وعدہ کو پورا کیا اور ان کے بدلہ میں ہمیں کئی نئی جماعتیں عطا فرما دیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے فلپائن میں آٹھ طلباء نے بیعت کی ہے اور اِس طرح وہاں ایک نئی جماعت قائم ہو گئی ہے۔ اسی طرح جرمنی میں ایک جگہ Goppingen ہے۔ وہاں بھی ایک نئی جماعت قائم ہوئی ہے۔ پھر جرمنی سے ایک ایسے شخص کا جس کا ہمارے مبلغ سے پہلے کوئی تعلق نہیں تھا میرے نام ایک خط آیا۔ وہ چونکہ جرمن زبان میں تھا اس لیے میں نے وہ خط

چودھری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی کو بھیج دیا تا کہ وہ اس کا ترجمہ کر کے مجھے بھیجیں۔ انہوں نے اس خط کا ترجمہ کر کے مجھے بھیج دیا ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ خط لکھنے والا ایک فوجی افسر ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ میں نے آپ کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھا ہے اور اس سے میں بہت متأثر ہوا ہوں اور میں آپ کی جماعت میں داخل ہوتا ہوں۔ جب فرصت ہوئی میں ہیمبرگ جاؤں گا اور احمدیہ مشن سے تعلقات قائم کروں گا۔ اگر اس شخص کے ذریعہ اس علاقہ میں تبلیغ شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں بھی احمدیت پھیل سکتی ہے اور اگر اسے بھی ایک جماعت شمار کر لیا جائے تو یہ دوسری جماعت ہے جو اس فتنہ کے بعد جرمنی میں قائم ہوئی ہے۔ پھر ایک جماعت سکنڈے نیویا میں قائم ہوئی ہے۔ گویا یہ چار نئی جماعتیں ہیں جو اِسی تھوڑے سے عرصہ میں غیر ممالک میں قائم ہوئی ہیں۔ جیسا کہ میں نے ایک خطبہ میں بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے نظامِ دینی سے الگ ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں تمہیں ایک قوم دے گا جو مومنوں کے ساتھ نہایت انکسار کا تعلق رکھنے والی اور کفار کی شرارتوں کا دلیری سے مقابلہ کرنے والی ہو گی۔ گویا اس نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر تم واقع میں مومن ہو تو جو تمہارے نظام کو چھوڑے گا اُس کے متعلق تم کو کچھ کرنے کا حکم نہیں بلکہ اُس کے متعلق ہم اپنے اوپر ایک ذمہ داری لیتے ہیں۔ اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ ایک ایک شخص کے بدلہ میں ہم ایک ایک قوم کفار میں سے لا کر تمہارے اندر داخل کریں گے۔ چنانچہ اِس فتنہ کے بعد ہی کئی سَو افراد تو اِس ملک میں احمدیت میں داخل ہوئے۔ اور دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ غیر ممالک میں چار نئی جماعتیں قائم کر دیں جن میں سے دو جرمنی میں قائم ہوئی ہیں، ایک فلپائن میں قائم ہوئی ہے اور ایک سکنڈے نیویا میں نئی جماعت بنی ہے۔ سوئٹزرلینڈ سے بھی جو خبریں آ رہی ہیں وہ خوش کُن ہیں۔ ہمارے مبلغ کی آسٹریا کی ایک یونیورسٹی میں بڑی کامیاب تقریر ہوئی۔ وقت اگرچہ ختم ہو گیا تھا مگر پھر بھی سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا اور اُن لوگوں نے خواہش کی کہ اِس قسم کی اَور تقاریر بھی ہونی چاہییں ۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو وعدہ فرمایا تھا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ [1]

کہ اے مومنو! اگر تم میں سے کوئی شخص تمہارے نظامِ دینی کو چھوڑ دے تو اگر تم سچے مومن ہو تو تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ شخص جو تم سے الگ ہوا ہے وہ واقع میں تمہارے نظام سے جدا ہو گیا ہے تو ہم اُس کی جگہ پر تمہارے غیروں میں سے تمہیں ایک قوم دیں گے وہ وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا ہے اور اِس طرح یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ تم واقع میں مومن ہو اور تم سے الگ ہونے والے واقع میں ایک سچے دینی نظام سے الگ ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ اُن کی جگہ ایک قوم لے آیا ہے اور پھر یہ قوم بڑھتی چلی جائے گی اور اتنی بڑھے گی کہ احمدیت دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی۔ اور جوں جوں خداتعالیٰ کے وعدے پورے ہوں گے تمہیں اس کی برکتیں نصیب ہوں گی۔ پس تمہیں چاہیے کہ تحریک جدید کے نئے سال میں زیادہ سے زیادہ وعدے لکھواؤ تا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت ہو۔

کل ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی ملی ہے جو پیر سراج الحق صاحب نعمانی کی کتاب "تذکرۃ المھدی" میں درج ہے۔ یہ کتاب 1921ء میں لکھی گئی تھی۔ اس میں پیر سراج الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ "خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا کہ فتنہ انداز اور ہواوہوس کے بندے جُدا ہو جائیں گے۔ پھر خداتعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے اور دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا وہ اولُ الحَشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کُشت وخون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملکِ شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب اُس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تم اس موعود کو پہچان لینا۔ یہ ایک بہت بڑا نشان پسرِ موعود کی شناخت کا ہے"۔[2]

اب دیکھو جماعت میں منافقین کا موجودہ فتنہ 1956ء میں پیدا ہوا ہے اور یہ کتاب

1921ء کی چھپی ہوئی موجود ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات نہیں کہی۔ لیکن یہ جھوٹ کتنا سچا ہے کہ خداتعالیٰ کی باتوں کی طرح پورا ہو گیا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی نہیں بلکہ ایک سچی پیشگوئی تھی جو لفظاً لفظاً پوری ہو گئی ہے۔ اگر اس کے پورا ہو جانے کے بعد بھی کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو اُس کی مثال ویسی ہی ہو گی جیسے مشہور ہے کہ کوئی بُزدل آدمی ایک جنگ میں زخمی ہو گیا۔ اُس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن بُزدلی کی وجہ سے وہ ماننا نہیں چاہتا تھا کہ وہ واقع میں زخمی ہے۔ وہ بھاگتا چلا جا رہا تھا اور زخم پر ہاتھ لگا کر کہتا جاتا تھا کہ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ یا اللہ! یہ خواب ہی ہو۔ اِسی طرح گو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے لیکن آجکل کے منافق کہہ سکتے ہیں کہ خدا کرے یہ بات جھوٹ ہی ہو لیکن صرف اُن کے منہ سے کہہ دینے سے یہ جھوٹ کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ ایک سچی پیشگوئی تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی ہے۔

اِس کے بعد اگرچہ میری طبیعت میں ابھی ضُعف باقی ہے مگر میں جماعت کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پیغامی جماعت پہلے تو یہ کہا کرتی تھی کہ ہمارا اِس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن اب انگریزی کی یہ مثل کہ "بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے"۔ ان پر پوری طرح صادق آ گئی ہے۔ چنانچہ پیغامِ صلح کے ایک تازہ پرچہ میں گجرات کے ایک پیغامی وکیل کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "ہم ربوہ میں نئی تحریکِ آزادی کے علمبرداروں کو عَلَی الْاِعْلَان یہ تلقین کرتے ہیں کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں اور استقلال، عزم، اخلاص اور جوشِ ایمان سے باطل کے اژدہا کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ ختم نبوت کے تم قائل ہو، تکفیر سے تم باز آ چکے ہو، تمہارے اور ہمارے درمیان اب صرف محمودیت کا ہی پردہ ہے اس کو بھی چاک چاک کر دو۔ ہم ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس تحریک آزادی میں جو علماء و مبلغین ہیں وہ جونہی محمودیت کے حصار سے آزاد ہوں ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں ۔ ہمارے ہاں ان کے لیے عزت کی جگہ ہے، تبلیغ کے لیے مواقع ہیں، تقریر کے لیے اسٹیج ہے، تبلیغ کے لیے تنظیم ہے۔ آؤ ہم سب تفرقہ کو مِٹا کر ایک ہو جائیں"۔[3]

اِس مضمون نے بتا دیا ہے کہ پیغامیوں کی پہلی بات کہ ہمارا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں بالکل جھوٹ تھی کیونکہ اب انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ہم ربوہ کے باغیوں کو پوری طرح مدد دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارا نظام ان کے لیے حاضر ہے، ہمارا روپیہ ان کے لیے حاضر ہے اور ہم اپنا اسٹیج انہیں تقریریں کرنے کے لیے دیں گے۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اے بہادرو! تمہارے مولوی محمد علی صاحب بڑے تھے یا عبدالمنان بڑا ہے؟ تم نے مولوی محمد علی صاحب کی کتنی مدد کی تھی، تمہاری تنظیم اور تمہارا روپیہ ان کے کس کام آیا تھا؟ تمہاری تنظیم اور روپیہ ان کے اتنا ہی کام آیا کہ انہوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ تمہارے اکابر اُن کے جنازہ کو بھی ہاتھ نہ لگائیں اور آج تم اِن باغیوں سے کہہ رہے ہو کہ تم ہمارے نظام میں شامل ہو جاؤ۔ ہماری تنظیم، ہمارا روپیہ اور ہمارا اسٹیج تمہارے لیے وقف ہے۔ اگر تم اتنے بہادر تھے تو تم نے خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی کیوں مدد نہیں کی تھی؟ مولوی محمد علی صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں نے ساری عمر جماعت کی خدمت کی ہے۔ لیکن اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ میں جماعت کا سولہ ہزار روپیہ کھا گیا ہوں اور مرتد ہو گیا ہوں۔ کیا یہی مدد تھی جو تم نے اپنی تنظیم اور روپیہ سے اپنے امام کی کی؟ کہ اب تم منّان اور اس کی پارٹی کی اس سے بھی زیادہ مدد کرو گے۔ جس کے معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ گندے الزام ان پر لگاؤ گے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب سے تم نے یہ کہا تھا کہ وہ سولہ ہزار روپیہ کھا گئے ہیں تو تھوڑے دنوں میں ہی مولوی صدر الدین صاحب، مولوی عبدالمنان اور مولوی عبدالوہاب کے متعلق یہ کہو گے کہ یہ بتّیس بتّیس ہزار روپیہ کھا گئے ہیں۔ ان کے احسانات خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب سے زیادہ نہیں۔ پھر ان کی قابلیت بھی اُن جیسی نہیں۔ وہ دونوں غلام رسول نمبر 35 اور عبدالمنان سے زیادہ عالم تھے اور تم پر اُن کے احسانات تھے۔ ان میں سے ایک نے انگلینڈ میں مشن قائم کیا اور دوسرے نے قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ لیکن تمہاری تنظیم اور تمہارا روپیہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔ تم نے اُن کی زندگی میں ہی اُن کی مخالفت کی، اُنہیں مرتد قرار دیا۔ ان میں سے ایک پر یہ الزام لگایا کہ اُس نے جماعت کا سولہ ہزار روپیہ

کھا لیا ہے اور تم نے اُسے اتنا دُکھ دیا کہ اس نے مجبور ہو کر مرتے وقت وصیت کی کہ فلاں فلاں شخص میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔ پس تمہاری تو یہ حالت ہے کہ تم نے اپنے محسن اور جماعت کے بانی مولوی محمد علی صاحب کو بھی دُکھ دیا اور اُنہیں مرتد قرار دیا۔ تم نے خواجہ کمال الدین صاحب کی بھی مخالفت کی اور انہیں مرتد قرار دیا۔ اور اب مولوی صدر الدین صاحب، مولوی عبدالمنان، مولوی عبدالوہاب اور ان کے ساتھیوں کی بھی کسی دن باری آ جائے گی اور تھوڑے دنوں میں ہی تم دیکھ لو گے کہ انہیں بھی مرتد قرار دیا جا رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی باری پہلے آ گئی تھی اور ان کی باری بعد میں آئے گی۔

بہرحال اِس مضمون نے بتا دیا کہ یہ لوگ جب کہتے تھے کہ ہمارا اِس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں تو جھوٹ بولتے تھے کیونکہ اگر ان کا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں تھا تو اب انہوں نے اپنا نظام اور اپنا روپیہ اور اپنا اسٹیج ان لوگوں کے لیے کیوں وقف کرنے کا اعلان کیا ہے؟ یہ بات بتاتی ہے کہ پہلے جھوٹ بول کر انہوں نے اپنے فعل پر پردہ ڈالنا چاہا مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پردہ کو چاک کر دیا اور بتا دیا کہ ان کے اندرونی عزائم کیا ہیں۔ جیسا کہ خداتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔4 ان کا غصہ ان کے مونہوں سے نکل آیا ہے۔ لیکن جو غصہ ان کے دلوں میں چُھپا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

مگر اس کے علاوہ ان کا یہ مضمون میری سچائی کی بھی ایک واضح دلیل ہے کیونکہ تھوڑے ہی دن ہوئے میں اس کے متعلق ایک رؤیا الفضل میں شائع کروا چکا ہوں جو اِن کے اِس اعلان سے لفظاً لفظاً پورا ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں مجھے یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ میں اپنے رؤیا و کشوف اور الہامات کو وحیِ نبوت کا درجہ دے رہا ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر کسی رؤیا کے پورا ہونے پر انہیں کوئی اعتراض ہو تو ان کا حق ہے کہ وہ اُسے پیش کریں۔ لیکن اگر کوئی رؤیا پورا ہو جائے تو اُس کے متعلق یہ کہنا کہ اسے وحی نبوت کا مقام دیا جا رہا ہے اُس بُزدل فوجی کی سی حماقت ہے جو بھاگا جا رہا تھا اور زخم پر ہاتھ لگا کر کہتا جاتا تھا

کہ یااللہ! یہ خواب ہی ہو۔ یہ لوگ بھی دیکھتے ہیں کہ فلاں رؤیا یا کشف پورا ہو گیا ہے لیکن چونکہ ان کا دل اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا اِس لیے کہہ دیتے ہیں کہ یااللہ! یہ جھوٹ ہی ہو۔ حالانکہ جو بات پوری ہو جائے اسے جھوٹا کون کہہ سکتا ہے۔ جو بات واقع میں پوری ہو جائے اُسے جھوٹا کہنے والا پاگل ہی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم ایک خواب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ پوری ہو گئی ہے تو تم اس کے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہو کہ تمہارا یہ دعوٰی غلط ہے وہ خواب پوری نہیں ہوئی۔ لیکن جو خواب پوری ہو گئی ہے اُس کے متعلق یہ کیوں کہتے ہو کہ اسے وحی نبوت کا مقام دیا جا رہا ہے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ تم سورج کو سورج کیوں کہتے ہو؟ تم زمین کو زمین کیوں کہتے ہو؟ تم دریا کو دریا کیوں کہتے ہو؟ تم لوگ بیشک سورج کو چھچھوندر کہہ دو، دریا کو پیشاب کہہ دو، پہاڑ کو کنکر کہہ دو یہ تمہاری مرضی ہے۔ ہم لوگ سچ کو سچ کہیں گے۔ سورج کو سورج کہیں گے، دریا کو دریا کہیں گے اور پہاڑ کو پہاڑ کہیں گے۔

میں نے بتایا ہے کہ میں نے ایک رؤیا دیکھی تھی اور وہ رؤیا الفضل میں بھی چھپ چکی ہے۔ اس سے پتا لگتا ہے کہ پیغامِ صلح کا یہ لکھنا کہ اے ربوہ کے باغیو! ہمارا نظام، ہمارا روپیہ اور ہمارا اسٹیج تمہارے لیے حاضر ہے۔ ہم تمہاری پوری پوری مدد کریں گے۔ اِس رؤیا کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خداتعالیٰ کے ملائکہ ربوہ کے اوپر سارے جَوّ میں وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں جو قرآن شریف میں یہودیوں اور منافقوں کے لیے آئی ہیں اور جن میں یہ ذکر ہے کہ اگر تم کو مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی مدینہ سے نکل جائیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ لیکن قرآن کریم منافقوں سے فرماتا ہے کہ نہ تم یہودیوں کے ساتھ مل کر مدینہ سے نکلو گے اور نہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو گے۔ یہ دونوں جھوٹے وعدے ہیں اور صرف یہودیوں کو انگیخت کرنے کے لیے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو پہلے تو پیغامیوں نے کہا کہ ہمارا اِس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں لیکن اب وہ منافقوں کو ہر ممکن مدد دینے کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا روپیہ اور ہماری تنظیم اور ہمارا اسٹیج سب کچھ تمہارے لیے وقف ہے۔ گویا وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو خواب میں بتایا گیا تھا۔ لیکن ابھی زیادہ زمانہ نہیں

گزرے گا کہ وہ اِس مدد کے اعلان سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان لوگوں سے بے تعلق ہو جائیں گے کیونکہ خداتعالیٰ کا یہی منشا ہے۔ کسی بڑے آدمی کی طرف منسوب ہونا اِن باغیوں کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور پیغام صلح والے اپنے وعدے جھوٹے ثابت کریں گے اور کبھی وقت پر ان کی مدد نہیں کریں گے۔

غرض پیغام صلح کا یہ مضمون اِس بات کی شہادت ہے کہ میری یہ رؤیا پوری ہوگئی ہے اور اس کا یہ کہنا کہ میں اپنی خوابوں کو وحیِ نبوت کا مقام دیتا ہوں جھوٹ ہے۔ صرف ایک سچی بات کو سچی کہا گیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی سچی بات کو جھوٹ کہتا ہے تو وہ خود کذّاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو بھی دنیا جھوٹا کہتی تھی لیکن دیکھ لو کس طرح خداتعالیٰ ایک جماعت کو آپ کے پاس کھینچ لایا اور دنیا نے مان لیا کہ آپ کے الہامات کو جھوٹا کہنے والے خود جھوٹے تھے۔

ابھی مجھے ایک انگریز نَومسلم نے لکھا ہے کہ آپ کے وہ رؤیا وکشوف جو اَب تک پورے ہو چکے ہیں انہیں ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرائیں تا کہ ہم دنیا کو بتا سکیں کہ خداتعالیٰ اب بھی کلام کرتا ہے اور اپنے بندوں کو غیب پر آگاہ کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی دوست محمد صاحب کو کہا ہے کہ وہ ایسی خوابوں اور الہامات کو جمع کریں تا کہ انہیں شائع کیا جا سکے اور دنیا کو بتایا جائے کہ وحی وکشوف کا سلسلہ بند نہیں ہوگیا بلکہ وہ اب بھی جاری ہے اور خداتعالیٰ اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے۔ اب دیکھو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ غیر مبائعین تو کہتے ہیں کہ میں اپنے الہامات اور خوابوں کو وحیِ نبوت کا درجہ دے رہا ہوں۔ لیکن دو ہزار میل سے ایک انگریز نَومسلم مجھے لکھتا ہے کہ آپ اپنی خوابوں اور الہامات کو جلد شائع کرائیں تا کہ ہم دنیا کے سامنے انہیں حجت کے طور پر پیش کرسکیں اور اسے بتا سکیں کہ خداتعالیٰ اب بھی اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے۔

کل بھی میں نے ایک رؤیا دیکھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ رؤیا ہندوؤں میں تبلیغ کے متعلق ہے۔ اس لیے میں اسے بھی بیان کر دیتا ہوں۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک چارپائی پر کھڑا ہوں۔ ایک طرف میں ہوں اور دوسری طرف چودھری اسداللہ خاں صاحب ہیں

اور سامنے ایک چارپائی پر ایک ہندو بیٹھا ہوا ہے۔ چودھری اسداللہ خاں صاحب کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جو وہ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ اس کتاب کا سائز خطبہ الہامیہ جتنا ہے یعنی وہ بڑے سائز کی کتاب ہے۔ چودھری اسداللہ خاں صاحب نے اس کتاب میں سے ایک فقرہ یہ پڑھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورداسپور میں ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ اِس پر وہ ہندو کہتا ہے کہ اس کی معیّن مثالیں بھی تو دیں تا یہ بات ہماری سمجھ میں آ جائے۔ چودھری اسداللہ خاں صاحب وہ کتاب اِس طرح پڑھ رہے ہیں کہ اصل بات تو آ جاتی ہے لیکن مثالیں غائب ہیں۔ اس لیے اُس ہندو نے کہا کہ آپ مثالیں بھی تو دیں تا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں آ جائے۔ اِس پر میں کھڑا ہو گیا اور اُس کی بات کا جواب دینے لگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا مضمون کشفی ہے کیونکہ میرے ہاتھ میں اُس وقت کوئی کتاب نہیں تھی۔ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہندوؤں میں اپنے پرانے بزرگوں کی جو شکلیں بنائی جاتی ہیں اور اُن کے کئی کئی ناک، کئی کئی ہاتھ اور کئی کئی آنکھیں دکھائی جاتی ہیں اُن کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے مامور تو اس لیے آتے ہیں کہ لوگ اُن سے سبق سیکھیں لیکن ہندوؤں کی تصویروں میں جو بزرگوں کی شکلیں دی جاتی ہیں اُن کے کئی کئی ناک، ہاتھ، آنکھیں اور سر دکھائے جاتے ہیں اور وہ سخت بھیانک شکلیں ہوتی ہیں۔ ایسی شکل والے سے تو انسان بھاگتا ہے نہ کہ محبت کرتا ہے۔ پس اگر وہ لوگ واقعی ایسے تھے تو پھر دنیا کو تعلیم نہیں دے سکتے تھے کیونکہ اُن کے زمانہ کے لوگ اُن کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہوں گے۔ حالانکہ خداتعالیٰ کے مامور لوگوں کو سبق سکھانے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں۔ اِس کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے یہ ملتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں دنیا میں جو بھی مصلح آتا ہے وہ کسی اچھی قوم سے آتا ہے تا کہ لوگ اُس سے نفرت نہ کریں اور جب خداتعالیٰ نے ہر مصلح کے لیے اچھی قوم میں سے ہونے کی شرط رکھی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اُس کے کئی کئی ناک ہوں، کئی کئی ہاتھ ہوں یا کئی کئی سر اور کئی کئی آنکھیں ہوں۔ اِس سے تو لوگ ڈر جائیں گے اور ایسے مصلح کو دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے۔ اُس سے فائدہ کیا اُٹھائیں گے۔ اگر اُس کے کئی بڑے بڑے ناک

ہوں گے تو وہ خیال کریں گے کہ یہ انسان نہیں بلکہ ہاتھی کی طرح کا کوئی جانور ہے۔ اگر اُس کے کئی سر ہوں گے تو وہ کہیں گے یہ انسان نہیں بلکہ کوئی عجیبُ الخلقت حیوان ہے۔ اور اگر کئی کئی آنکھیں ہوں گی تو وہ کہیں گے کہ یہ انسان نہیں بلکہ کوئی نئی قسم کا سانپ ہے اور وہ اس سے ڈر کر بھاگ جائیں گے۔

پھر میں بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی کئی ناک، کان اور آنکھیں ہونے کی فلاسفی بھی بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ اِس سے یہ مراد نہیں کہ ان مصلحین کی فی الواقع اِس قسم کی شکلیں تھیں بلکہ اگر تصویر میں یہ دکھایا گیا ہے کہ کسی مصلح کے کئی ناک تھے تو اِس کا یہ مطلب تھا کہ اُن میں اِس قدر قوتِ شامّہ پائی جاتی تھی کہ وہ دور سے عیبِ روحانی کو سُونگھ لیتے تھے۔ اور جب اُن کے بڑے بڑے کان دکھائے جاتے تھے تو اِس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ وہ دور سے فریادیوں کی فریاد سن لیتے تھے اور اُن کی ضرورت کو پہچان لیتے تھے۔ اور جب ان کی کئی آنکھیں دکھائی جاتی تھیں تو اِس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ وہ حقیقت کو بہت جلد پہچان لیتے تھے۔ اِسی طرح تصویری زبان میں کئی کئی ہاتھ بنانے کا یہ مطلب تھا کہ اس مصلح کے پاس ایسے دلائل و براہین تھے کہ ان سے دشمن مبہوت ہو جاتا تھا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہی قرآن کریم میں آتا ہے کہ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ 5 کافر اُن کے دلائل و براہین سے مبہوت ہو گیا۔ غرض خواب میں مَیں اُس ہندو کو یہ مثالیں دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ چودھری اسداللہ خاں صاحب تو صرف خلاصہ بیان کر رہے ہیں اس لیے انہوں نے مثالیں بیان نہیں کیں۔ اِس پر وہ ہندو خاموش ہو گیا۔

اِس رؤیا سے میں سمجھتا ہوں کہ کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ ہندوؤں میں بھی تبلیغِ اسلام کا رستہ کھول دے گا۔ وہ لوگ اِس قسم کے دیوتاؤں کے قائل ہیں جن کے کئی کئی ہاتھ، کئی کئی ناک اور کئی کئی آنکھیں ہوتی تھیں لیکن ایک وقت آئے گا کہ خدا تعالیٰ ان پر یہ حقیقت کھول دے گا کہ وہ دیوتا بھی ہمارے جیسے انسان ہی تھے۔ صرف اُن کی روحانی طاقتوں کو تصویری زبان میں اِس طرح دکھایا گیا ہے کہ گویا اُن کے کئی کئی ہاتھ تھے، کئی کئی سر تھے، کئی کئی آنکھیں اور کئی کئی ناک تھے اور یہ روحانی طاقتیں سب بزرگوں کو دی گئی ہیں۔

حضرت فریدالدین صاحب شکر گنج ؒ، حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ کو بھی یہ روحانی طاقتیں دی گئی تھیں۔ وہ بھی لوگوں کے عیوب بہت جلد پہچان لیتے تھے۔ وہ بھی مظلوموں کی فریادیں سنتے تھے اور وہ بھی اپنے دلائل و براہین سے دشمن کو قائل کر لیتے تھے، ہندوؤں نے انہی روحانی طاقتوں کو تصویری زبان میں کئی کئی آنکھوں، ناکوں اور کئی کئی ہاتھوں کی شکل میں دکھایا ہے۔ اگر وہ اپنے بزرگوں کو انسانوں کی شکل میں ہی پیش کرتے تو لوگ ان سے ڈر کر بھاگنے کی بجائے ان سے سبق سیکھتے اور اپنے اندر نیکی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر انہوں نے جس شکل میں اپنے بزرگوں کو پیش کیا ہے اُسے دیکھ کر تو انسان ڈر کر بھاگنے لگتا ہے۔ اور جب وہ کئی کئی ہاتھ دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی تینِدوا 6 ہے، جب کئی کئی سر دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی عجیبُ الْخِلقت حیوان ہے، جب کئی کئی آنکھیں دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی نئی قسم کا سانپ ہے حالانکہ وہ ہمارے جیسے ہی انسان تھے۔ یہ غلط فہمی جس دن دور ہو گئی اور ہندوؤں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ اُن کے دیوتا اور بزرگ بھی انسان ہی تھے تو وہ انسانوں سے سبق سیکھنے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور صداقت کو قبول کرنا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الاول مسجد اقصیٰ سے قرآن کریم کا درس دے کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک ہندو ڈپٹی جس کا مسجد اقصیٰ کے ساتھ ہی ایک بڑا سا مکان تھا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا حکیم صاحب! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پوچھیں۔ اس نے کہا حکیم صاحب! میں نے سنا ہے کہ مرزا صاحب بادام روغن اور پلاؤ بھی کھا لیتے ہیں؟ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا ڈپٹی صاحب! ہمارے مذہب میں یہ سب چیزیں جائز ہیں اور لوگ انہیں کھا سکتے ہیں۔ مرزا صاحب کے لیے بھی اِن طیّب چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ اِس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ کیا فقروں کو بھی یہ چیزیں کھانا جائز ہے؟ یعنی کیا بزرگوں کے لیے بھی اِن چیزوں کا کھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ہمارے مذہب میں فقروں کے لیے بھی پاک چیزیں کھانے کا حکم ہے۔ اِس پر وہ خاموش ہو گیا۔

یہ جواب تو شریفانہ تھا جو حضرت خلیفہ اول نے اس ڈپٹی کو دیا۔ لیکن ایک جواب خلیفہ رجب دین صاحب نے بھی ایک مجسٹریٹ کو دیا تھا۔ وہ خواجہ کمال الدین صاحب کے خُسر تھے اور ان کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ ایک دفعہ وہ کسی شہادت کے سلسلہ میں عدالت میں گئے تو مجسٹریٹ جو ہندو تھا اُن سے کہنے لگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پلاؤ، قورمہ اور کباب بھی کھا لیتے ہیں کیا یہ ٹھیک بات ہے؟ خلیفہ رجب دین صاحب نے جواب دیا کہ اسلام میں تو یہ سب چیزیں حلال ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے لیکن اگر آپ کو یہ چیزیں پسند نہیں تو آپ بیشک پاخانہ کھا لیا کریں۔ مجسٹریٹ کہنے لگا خلیفہ صاحب! آپ تو ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا میں ناراض تو نہیں ہوا میں نے تو صرف آپ کی بات کا جواب دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جو وساوس اور شبہات کسی قوم میں راسخ ہو چکے ہوتے ہیں عام طور پر اُس قوم کے لوگ دوسروں سے بھی انہی خیالات کی توقع رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہندو ڈپٹی تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا ہوگا۔ ورنہ وہ ضرور پوچھتا کہ ہمارے ہاں تو بزرگوں کے دو دو سر اور چار چار ناک اور کئی کئی آنکھیں ہوتی ہیں مگر مرزا صاحب کا تو ایک ہی سر اور ایک ہی ناک اور دو ہی آنکھیں ہیں۔ پھر وہ اَور آگے بڑھتا اور کہتا کہ ہمارے ہنومان کی تو دُم بھی تھی لیکن مرزا صاحب کی تو کوئی دُم نہیں پھر یہ کیسے مصلح ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اُسے شرم آ گئی اور اُس نے یہ سوالات نہ کیے ورنہ وہ یہ باتیں ضرور پوچھتا کیونکہ ہندوؤں میں اپنے بزرگوں کے متعلق اِسی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں اور انہوں نے تصویری زبان میں اُن کے کئی کئی سر، کئی کئی آنکھیں، کئی کئی ناک اور کئی کئی ہاتھ دکھائے ہیں۔ بہرحال جب ہندوؤں کے دل اِن وساوس سے پاک ہو جائیں گے اور وہ روحانیت کا سبق سیکھنے کے لیے کسی عجیبُ الخلقت مخلوق کی جو ہاتھی اور سانپ اور تیندوے سے مشابہت رکھتی ہو تلاش نہیں کریں گے بلکہ انسانوں سے ہی سبق سیکھنے کے لیے تیار ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہدایت دے دے گا اور وہی وقت ہو گا جب احمدیت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے گی"۔ (الفضل 16 نومبر 1956ء)

1 :المائدۃ:55

2: تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 274 مطبوعہ قادیان 1915ء

3: پیغامِ صلح 31/اکتوبر 1956ء

4: آل عمران:119

5: البقرۃ:259

6: **تیندوا**: ایک درندہ جو چیتے کی قسم کا ہوتا ہے۔